سب سے بڑا ذکر الٰہی نماز ہے۔
مختلف مسلمان فرقوں کے ذکر الٰہی کے طریق اور تصورات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ رنومبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:۔

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۴﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۵﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۶﴾ (طٰہٰ: ۱۴-۱۶)

پھر فرمایا:۔

ذکر کے مضمون میں جہاں میں نے گزشتہ خطبہ کو ختم کیا تھا اس سے آگے آج انشاء اللہ مضمون کو چلاؤں گا لیکن اب جیسا کہ روزمرہ کا ایک رواج بن چکا ہے اور ایک مجبوری بھی ہے کیونکہ دنیا میں جو مختلف اجتماعات ہو رہے ہوتے ہیں ان کی طرف سے ایسی خواہش کے اظہار ملتے ہیں کہ ہمارا ذکر خیر بھی اس مجلس میں چلے تا کہ سب دنیا سے ہمیں دعائیں ملیں۔ پس اس پہلو سے اگر تھوڑا سا وقت ہر جمعے پر ان کے ذکر میں خرچ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب اجتماعات کو جن کی میں آگے فہرست پڑھتا ہوں اور ان کی تفصیل بیان کروں گا اپنے فضل کے ساتھ اپنے ذکر کی آماجگاہ بنا دے۔ آج خصوصیت سے ان اجتماعات کے لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یہ ساری مجلسیں اللہ کے ذکر

کی مجلسیں بن جائیں اور آئندہ بھی ہمارے اجتماعات ہمیشہ ذکر کے لئے خالص ہو جایا کریں۔

ذکر کے سلسلہ میں میں خصوصیت سے یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہی مضمون میرے خطبے کا ہوگا کہ سب سے اہم ذکر عبادت کا قیام ہے یعنی اس نماز کا قیام ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا اور جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک سیرت میں جاری کر کے دکھایا ہے۔ سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، سب سے بہتر ذکر وہی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو باقی ذکر کی پھر کوئی قیمت نہیں رہتی، کوئی اہمیت نہیں رہتی پس نمازوں پر بہت زور دیں۔

وہ اجتماعات جو آج ہونے ہیں یا کل شروع ہوں گے۔ ان سے پہلے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ایک یادداشت دی ہے کہ گزشتہ خطبے پر تین اجتماعات کا ذکر نہیں ہوسکا تھا چونکہ ان کی طرف سے شکوہ آتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ ان کا نام آج لے دیا جائے خواہ اجتماعات پہلے ہو چکے ہوں۔ پس مجالس انصاراللہ ضلع سکھر، قصور اور ساہیوال کے یہ تین سالانہ اجتماعات تھے جن کا ذکر رہ گیا تھا۔

مجلس انصاراللہ ضلع مظفر گڑھ کا ایک روزہ سالانہ اجتماع آج ۲۶ رنومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ مجلس انصاراللہ ہمبرگ کا ریجنل سالانہ اجتماع کل منعقد ہوگا۔ مجلس خدام الاحمدیہ سری لنکا کا سالانہ اجتماع پرسوں ۲۸ رنومبر کو منعقد ہوگا۔ اس کے علاوہ آج مانچسٹر میں لجنہ اماء اللہ کی بھی کوئی میٹنگ ہے یا اجتماع ہے انہوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کو بھی دعا میں یادرکھیں۔

جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا کہ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (طٰہٰ :۴۶) کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے۔ اس سے بعض صوفیاء نے اور بعض مفسرّین نے یہ مطلب بھی نکالا ہے کہ نماز کے مقابل پر اللہ کا ذکر جو ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہو وہ اکبر ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ آیت میں آپ کے سامنے دوبارہ پڑھ کر سناتا ہوں اور اس کی ترتیب سے آپ خود ہی سمجھ جائیں یا سمجھ جانا چاہئے کہ یہاں نماز کے ذکر کا تذکرہ چل رہا ہے نماز سے باہر کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ (طٰہٰ :۴۶) اس میں سے پڑھ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ جو تجھ پر وحی کی جارہی ہے مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اور سب سے اہم مضمون کتاب میں نماز کے قیام کا مضمون ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ نماز کے فوائد میں سے یہ دو فوائد ہیں کہ نماز

فحشاء سے روکتی ہے اور منکر سے روکتی ہے۔ اب یہ دو منفی صفات ہیں جن کا ذکر ہے اگر یہیں بات ختم سمجھی جائے اور نماز کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر شروع ہو جائے تو گویا نماز کا مقصد صرف بعض چیزوں سے روکنا ہے بعض فوائد عطا کرنا نہیں ہے۔

یہ غلط فہمی پیدا ہونی ہی نہیں چاہئے کیونکہ قرآن کے بیان کا انداز یہ ہے کہ نماز فحشاء سے روکتی، منکر سے روکتی ہے۔ وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ لیکن سب سے بڑا فائدہ نماز کا یہ ہے کہ تمہیں ذکر عطا کرتی ہے اور ذکر ان سب چیزوں سے بڑا ہے۔ اس میں ایسی ترتیب ہے جس کا تعلق اسی مضمون سے ہے جو میں پہلے بیان کرتا آیا ہوں یعنی پہلے تبتّل الی اللہ ہوتا ہے پھر ذکر چلتا ہے۔ فحشاء کے ساتھ اگر تعلق جڑا رہے اور ناپسندیدہ باتیں دل میں جمی رہیں تو پھر ذکر اللہ کا کیا سوال پیدا ہوگا؟ پس فرمایا کہ نماز پہلے تمہیں پاک صاف کرتی ہے تمہارے زنگ دھوتی ہے جس طرح قلعی گر کو برتن دیئے جاتے ہیں تو پہلے وہ تیزاب سے اس کے گند اتارتا ہے اور جب وہ اس قابل ہو جائیں کہ قلعی کو قبول کریں تو پھر قلعی کا رنگ جمایا جاتا ہے۔ پس یہ قرآن کریم کا طرزِ بیان ہے اس سے یہ معنی نکالنا کہ گویا نماز کے ذکر کو چھوڑ کر نماز سے باہر کے ذکر کی بات شروع ہوگئی ہے اور وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ کہہ کر بیان فرمایا کہ نماز تو بری باتوں سے روکے گی لیکن جب نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر ذکر کرو گے تو وہ بہت بڑی بات ہے۔ قرآن کریم کی جو آیات میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے کہ ذکر کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۴﴾ تجھے میں نے چن لیا ہے۔ پس غور سے اس بات کو سن جو تجھ پر وحی کی جا رہی ہے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۵﴾

یقیناً میں ہی وہ خدا ہوں جو ایک ہی ہے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا'' میرے سوا اور کوئی خدا نہیں کوئی معبود نہیں ''فَاعْبُدْنِيْ'' پس میری عبادت کر۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ اور نماز کو قائم کر۔ میری عبادت کر اور نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کر۔

پس عبادت کا تو مقصد ہی ذکر کا قیام ہے اور اگر ذکر نہ ہو تو عبادت ایک خالی کھوکھلا برتن رہ جاتا ہے۔ پس وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ کا تعلق قیام صلوٰۃ سے ہے اور جملہ عبادات سے ہے لیکن

ذکر الٰہی نماز میں تب نصیب ہوگا اگر پہلے اپنے دل کو فحشاء اور منکر سے پاک کر لیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسے خوب غور سے سمجھ کر پھر نماز کو قائم کرنا چاہئے۔

اب آپ دیکھیں کہ اگر نماز پڑھتے وقت ایک انسان کا قلبی تعلق بے ہودہ باتوں سے جڑا رہا ہو۔ وہ کہیں سے دامن چھڑا کر آیا ہے لیکن دل وہیں اٹکا ہوا ہے تو عبادت میں ذکر الٰہی کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ چند فقرے منہ سے وہ نکالے گا تو پھر ذہن ان چیزوں کی طرف لوٹ جائے گا جہاں دل اٹکا پڑا ہے۔ کہیں پیاروں کی یاد آئے گی، کہیں تجارت کے مسائل اس کے ذہن کو اپنی طرف کھینچ لیں گے، کہیں کوئی ٹیلی ویژن کے پروگرام اس کو اپنی طرف مائل کر لیں گے، کہیں کوئی کھیلیں یا اور دلچسپیوں کے مشاغل، سیر و تفریح کی باتیں اسے اپنی طرف مائل کر لیں گی اور کھینچ لیں گی۔ تو ذکر الٰہی کا بیچارے کو کہاں سے موقع ملے گا۔

ذکر الٰہی کا مضمون تو یہ ہے کہ ہر حالت میں انسان کا دماغ اس حالت سے چھلانگ لگا کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جائے اور قرآن کریم نے ذکر کا مضمون اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ال عمران: ۱۹۲)

وہ زمین و آسمان کو دیکھتے ہیں اس کی سیر کرتے ہیں اس کے حسن سے لذّت یاب ہوتے ہیں لیکن اس طرح کہ ذہن ان چیزوں کو دیکھ کر خدا کی طرف دوڑتا ہے اور دل اللہ کی طرف اچھلتا ہے اور ہر بات سے ان کو اللہ یاد آنے لگ جاتا ہے۔ پھر راتوں کو سوتے ہوؤں کا نقشہ یہ کھینچا۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدہ: ۱۷) کہ ان کے پہلو نیند کی لذتوں کے باوجود بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ کس حالت میں الگ ہوتے ہیں يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اپنے رب کو وہ پکار رہے ہوتے ہیں، خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔

تو ذکر الٰہی ساری زندگی پر حاوی ضرور ہے لیکن مراد یہ ہے کہ زندگی کا ہر شغل، زندگی کا ہر مشغلہ، زندگی کی ہر دلچسپی اللہ کی طرف ذہن کو مائل کر دے اور دل اس طرح اس طرف اچھلے جس طرح بچہ ماں کی چھاتیوں کی طرف دودھ کے لئے اچھلتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہاں ذکر ختم ہو جائے گا اور

یہی ذکر کافی ہے۔ یہ ساری چیزیں نماز کی تیاری کے لئے ہیں اگر یہ ماحول قائم ہوگا تو پھر نماز میں ذکر ہو سکے گا ورنہ نہیں ہوگا اور نماز میں یوں لگے گا کہ عارضی طور پر ہم ان دنیا کی لذتوں سے چھٹی لے کر آئے ہیں اور یہاں سلام پھیرا وہاں اللہ میاں کو سلام اور واپس دنیا میں مائل۔ لیکن خدا نے جس دنیا کا نقشہ کھینچا ہے وہاں دنیا کا ہر مشغلہ خدا کی طرف پھینک رہا ہے، انسان کو اس کی طرف کھینچ رہا ہے، اس کی طرف منتقل کر رہا ہے۔

ذکر الٰہی سے متعلق جو مختلف صوفیا نے سمجھا، یا کہا، یا اس کے مطابق تعلیم دی اس کا مختصر ذکر کرنے کے بعد پھر میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے قرآن میں بیان فرمودہ ذکر کی تعریف کروں گا اور آپ کو سمجھاؤں گا کہ حقیقی ذکر کیا ہے؟ لیکن اس سے پہلے اہل لغت نے جو قرآن کی مختلف آیات کو دیکھ کر ذکر کے معانی بیان کئے ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ذکر کے معنی ہیں شہرت، نماز، دعا، قرآن کی تلاوت، تسبیح، شکر، اطاعت، اللہ کی حمد وثنا، شرف اور عزت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ (الزخرف: ۴۵) دیکھ یہ باتیں تیری قوم کی عزت وشرف کے لئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو ہیں مختلف تراجم جو ذکر کے مختلف محل اور موقع کے مطابق کئے گئے ہیں لیکن اس سے بات پوری طرح سمجھ نہیں آسکتی۔ صرف ترجمے سننے سے تو آپ کو کچھ مضمون سمجھ نہیں آئے گا۔

اب میں آپ کے سامنے پہلے صوفیاء اور دیگر بزرگان امت کے حوالے سے ذکر کے اس مضمون کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے سمجھا اور اس پر عمل کیا اور اس پر لوگوں کو عمل کی طرف بلایا لیکن اس سے پہلے میں آپ کو بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بہت سے ایسے ذکر کرنے والے فرقے پیدا ہوئے جو ذکر کے مفہوم کو پوری طرح سمجھ نہ سکے یا آغاز میں خالصۃً للہ کے ذکر کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا لیکن بعد میں آنے والے اس مضمون سے غافل ہو کر رسم ورواج کے پابند ہو کے رہ گئے اور ذکر کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ ان سب فرقوں پر اسی آیت وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں جو فرمایا گیا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے تو اس سے بعض صوفیاء نے یہ سمجھ لیا کہ نماز جو ہے وہ نسبتاً معمولی حیثیت کی چیز ہے اگر ذکر میں مشغول ہو جاؤ تو پھر نماز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ ظلم کی حد ہے کہ ایسے فرقے بھی ایجاد ہوئے جنہوں نے امت کو

نمازوں سے تائب ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ دن رات ذکر میں مصروف رہو نماز کی کوئی ضرورت نہیں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ذکر ایجاد کرنے کی کوششیں کی گئیں اور وہی مضمون ان پر صادق آیا کہ ”ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے۔“

ذکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا ہے جن کو اللہ نے مجسم ذکر قرار دیا ہے یعنی ایسا وجود ہے جس کے وجود میں اور ذکر میں فرق کوئی نہیں رہا۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں جس طرح لوہا مقناطیس بن جاتا ہے اسے لوہا بھی کہہ سکتے ہیں اور مقناطیس بھی کہہ سکتے ہیں۔ لوہا جب آگ میں پڑ کر سرخ ہو جاتا ہے اور آگ کی حرارت کو اپنا لیتا ہے تو آگ اور لوہے میں فرق کوئی نہیں رہتا۔ پس قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجسّمِ ذکر الٰہی تھے۔ پس ذکر سیکھنا ہے تو آپؐ سے سیکھیں اور آپؐ نے قیام نماز پر اتنا زور دیا ہے کہ احادیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ نماز میں اٹکا رہتا تھا ایک نماز اور دوسری نماز کے درمیان ہر وقت دل میں یہ تمنا تھی کہ پھر میں دوبارہ مسجد میں باقاعدہ نماز کے لئے جاؤں اور اسی کیفیت میں راتوں کو اٹھتے تھے اور بعض دفعہ راتیں اس طرح جاگ کر گزاری ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکماً آپؐ کو روکا کہ اتنی عبادت نہ کیا کرو کچھ کم کر لو اور بدلتے ہوئے وقتوں کے لحاظ سے کبھی کچھ زیادہ کر لی لیکن آرام کے لئے بھی وقت رکھو۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر اس کے حوالے کے بغیر جب بھی قرآن کریم پر غور ہو گا تو وہاں دھوکے کا امکان ہے جو بعض دفعہ واضح اور بعض دفعہ یقینی ہو جایا کرتا ہے پس میں جو مثالیں دوں گا اس سے یہ مراد نہیں کہ قرآن کریم نے یہ ذکر پیش کئے تھے۔ قرآن کریم نے وہی ذکر پیش کئے ہیں جو ہمیں سنت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتے ہیں۔ ان کے سوا ذکر کی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر بعض ایسے بزرگ تھے جنہوں نے وقت کی ضرورت کے لحاظ سے بعض دفعہ ذکر کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانے کے لئے کچھ ترکیبیں سوچیں۔ میں سمجھتا ہوں ان پر حرف نہیں ہے وہ خود بزرگ تھے۔ نیک لوگ تھے اگر سوچ میں یا سمجھ میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے لیکن ان کے ذہن میں غالباً ایسے نو مسلم تھے جن پر عبادت آسان نہیں تھی۔ پس آغاز میں انہوں نے عبادت سے تو نہیں روکا ہو گا۔ میں ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ ان

سلسلوں کے جو بانی مبانی تھے انہوں نے عبادت کے مقابل پر ذکر پیش کیا ہوگا لیکن عبادت کا چسکا پیدا کرنے کے لئے، عبادت سے تعلق جوڑنے کے لئے، انہوں نے ذکر کی بعض ایسی صورتیں پیش کیں جس سے عامۃ الناس کو ذکر میں دلچسپی پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں پھر عبادت میں بھی لذت آنی شروع ہو جائے مگر بعد میں آنے والوں نے ان باتوں کو بگاڑ لیا۔ اب میں ان سلسلوں کا مختصراً ذکر کروں گا۔

چشتیہ ایک مشہور سلسلہ ہے ان کے ہاں کلمہ شہادت پڑھتے وقت ''الا اللہ'' پر خاص زور دیا جاتا ہے اور اس کو وہ ضربیں لگانا کہتے ہیں لا الـہ الا اللہ ۔الا اللہ ۔اور یہ ضربیں لگاتے لگاتے وہ نفسیاتی طور پر اتنے مرعوب ہو جاتے ہیں کہ ان کو یوں لگتا ہے گویا ہر ضرب دل پر لگ رہی ہے سارا وجود کانپنے لگ جاتا ہے اور جب آپ ان کو یہ کرتے دیکھیں تو واقعۃً لگتا ہے کہ وہ ذکر سے پوری طرح مغلوب ہو چکے ہیں لیکن یہ ضربیں آپ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کبھی دکھائی نہیں دیں گی۔ صحابہؓ کے اندر آپ کو یہ ضربیں دکھائی نہیں دیں گی اس لئے جو بھی رعب کا نظارہ ہے یہ ظاہری آنکھ کا ہے۔ بگڑے ہوئے وقتوں میں سادہ لوح لوگ ان باتوں سے بہت مرعوب ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو یہ ہے ذکر۔ ذکر کر رہا تھا اور تڑپ اٹھا اور اس کا بدن لرزنے لگ گیا۔ لیکن اگر اس ذکر کے سوا اسی طریق پر اور لفظ کہہ کر ضربیں لگاؤ تو کیا اس سے بھی اسی قسم کا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ نفسیاتی کیفیات ہیں۔ ذکر حقیقی اگر ملے گا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا۔ وہاں بھی بدن کا رونگٹا رونگٹا کانپنے لگتا ہے اور ساری جلد متحرک ہو جاتی ہے۔ اس ذکر سے جس کو آپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنیں گے اور اس کیفیت سے جو کیفیت آنحضور ﷺ اور آپؐ کی غلامی میں آپ کے صحابہؓ کی ہوا کرتی تھی اس سے بھی دل لرز اٹھتے ہیں۔

اب یہ جو لوگ ہیں یہ عموماً ان الفاظ کو دہراتے ہیں اور سر اور جسم کے بالائی حصے کو حرکت دیتے ہیں۔ ان لوگوں میں شیعہ حضرات کثرت سے ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیت سماع کا رواج ہے۔ کہتے ہیں سماع یعنی گانوں کی صورت میں، نغموں کی صورت میں اگر ذکر سنا جائے تو ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ اس وجدانی کیفیت میں یہ لوگ تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔ عموماً یہ لوگ رنگدار کپڑے پہنتے ہیں اور ان میں زیادہ تر بادامی رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ان کے آگے اور بہت سے سلسلے ہیں۔ایک چشتیہ نظامیہ ہے جس کو ہندوستان میں بہت شہرت ہوئی اور دہلی میں حضرت خواجہ حسن نظامی کا جو سلسلہ ہے اس کا تعلق اسی چشتیہ نظامیہ سے ہے۔خواجہ حسن نظامی کے الفاظ میں یہ سنئے۔وہ لکھتے ہیں ''اوّل بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے۔''یعنی انہوں نے ذکر کے کیا طریق اختیار کئے۔اوّل بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے کہاں؟ قرآن وحدیث سے یہ بارہ روز کی خلوت ملتی ہے۔ہمیں یہ تو پتا ہے کہ ہر سال ایک مہینے کے دس دن کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔یہ وہ ذکر کا طریق ہے جو ہم نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور جس کا قرآن میں ذکر ہے اور قرآن پر مبنی ذکر ہے مگر اب نئی نئی ایجادیں سنئے۔کہتے ہیں ''اوّل بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے ہر روز تیس مرتبہ دعا حزب البحر پڑھنی چاہئے۔شروع کرنے سے پہلے ایک دائرہ کھینچا جائے جس میں داخل ہونے کا ایسا راستہ رکھیں کہ داخل ہوتے وقت عامل کا رخ قبلے کی جانب ہو۔''اب صاف پتا چلتا ہے کہ ہندوستان کے اندر جو جنتر منتر کے طریق رائج تھے، جو جادو کے طریق رائج تھے ان سے متاثر ہو کر ان صوفیوں نے اس قسم کی لغو چیزیں ایجاد کر لیں جن کا نہ قرآن سے تعلق، نہ سنت سے تعلق، نہ عقل ان کو تسلیم کر سکتی ہے۔''جب داخل ہو جاؤ تو لکیر کھینچ کر داخلی دروازہ بند کر لو تو گویا کہ اب شیطان وہاں داخل نہیں ہو سکے گا۔پھر کہتے ہیں کہ ''جب عمل پڑھ چکو تو فولاد کی چھری یا چاقو سے دائرہ کا منہ کاٹ کر اپنے باہر نکلنے کا رستہ بناؤ۔یعنی ذِکر وِکر سے فارغ ہونے کے بعد جو لکیر کھینچی ہے اس کا چاقو سے، (فولاد کا چاقو بہتر رہے گا) کاٹا جائے اور باہر نکلنے کا رستہ بنایا جائے۔ورنہ ریشمی ڈورے کا دائرہ بنا لیا جائے اور دائرہ بناتے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے اور دورانِ عمل میں غذا جَو کی روٹی ہونی چاہئے اور صاحب الحزب حضرت ابوالحسن کی روح سے پہلے اپنے خیال میں اجازت لے لینی چاہئے۔اے ابوالحسن! میں اللہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اجازت ہے نا۔اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ آگے سے بولے گا کون؟ کیا فرق پڑتا ہے۔صرف کہنا ہی کافی ہے کہ اجازت دے دو اور ساتھ ہی اجازت مل گئی۔

(کتاب اعمال حزب البحر نوشتہ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی اشاعت نہم جولائی ۱۹۴۰ء دہلی)

ذکر الٰہی کا ایک نقشبندیہ طریق بھی ہے اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے نقشبندیہ یقیناً آغاز میں سب سے بہتر تھا اور سنت سے ہٹا ہوا نہیں تھا لیکن بعد میں تصورِ شیخ کے داخل ہونے نے ان کو

مسلک سے کچھ ہٹا دیا۔ وہ ذکرِ جلی کے خلاف ہیں یہ جو آوازیں نکالنا اور حرکتیں کرنا ہے یہ اس کے خلاف ہیں۔ ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ مراقبہ میں سر کو جھکائے آنکھوں کو زمین پر لگائے خدا تعالیٰ کی یاد میں محو ہونے کا ایک طریق ان میں رائج ہوا۔ موسیقی اور سماع کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں یہ سنت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں اور ان کا بد اثر پڑ سکتا ہے۔ احکام شریعت پر سختی سے عامل ہیں ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے علیحدہ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کا شریک ہو کر بیٹھتا ہے اور توجہ الی الباطل سے ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہ آغاز میں ان کا طریق تھا اور یہی وہ فرقہ ہے نقشبندیہ جس نے روس میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور روس کی پچھلے ایک سو سالہ تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ وہاں اسلام کو زندہ رکھنے اور قائم رکھنے میں سب سے اہم کردار نقشبندی فرقے نے ادا کیا ہے اور یہ جو فرقہ ہے اس کی کم سے کم روس میں جو شاخیں تھیں وہ اس قسم کے صوفی نہیں تھے کہ جو عمل سے ہٹ کر اپنے آپ کو مسجدوں میں یا بعض گوشوں میں محو کر دیا کرتے ہوں۔ یہ عملی زندگی میں حصہ لیتے تھے جہاد کے قائل تھے اور سب سے زیادہ زار کی حکومت کے خلاف یا بعد میں اشترا کی حکومت کے خلاف اسلام کی طرف سے جو کوئی جوابی کارروائی ہوئی ہے وہ سب سے زیادہ اسی نقشبندی فرقے کی راہنمائی میں ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ان سے روس کا زار ڈرا کرتا تھا چنانچہ نقشبندی فرقہ کے متعلق یہ جو خاص پہلو ہے یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ غور اور فکر اور اپنے دل میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے دل پر اور اپنی رگ و پے میں نقش کرنے کا نام ہے یہاں تک تو اس میں کوئی خرابی نہیں لیکن افسوس ہے کہ بعد ازاں وہ شیخ جوان میں بیٹھا کرتا تھا اس کی طرف جب یہ طاقت منسوب ہوئی کہ وہ اپنے غور اور فکر سے، اپنی اندرونی طاقتوں سے دوسروں کے دلوں میں نقش کو جاری کرتا ہے تو اس سے بدعتیں شروع ہو گئیں اور بعد ازاں یہ کیفیت ہوئی کہ تصور اللہ کی بجائے تصورِ شیخ نے جگہ بنالی اور اس فرقے میں یہ ہدایت کی گئی کہ تم جب بیٹھو تو خدا کی بجائے شیخ کا تصور کرو اور شیخ کی مدد کرو کہ وہ خدا کا تصور تمہارے اندر داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس طرح یہ فرقہ بھی جس کا آغاز خالصتہً شریعت پر تھا اور نیک نیتی پر تھا یہ بھی رفتہ رفتہ بگڑتا ہوا ایک بدعت بن گیا۔

قادریہ فرقہ بیشتر سنی اسلام سے تعلق رکھتا ہے اور بہت سے مولوی جو ہندو پاکستان میں ملتے ہیں وہ اس قادریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ قادری سماع کی بعض شکلوں کے مخالف ہیں۔ ان

کے حلقوں میں موسیقی کو کوئی جگہ نہیں ہے۔ عام طور پر سبز رنگ کی پگڑی پہنتے ہیں اور لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ درود شریف کو اہمیت دیتے ہیں ان کے ہاں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں۔ پس اس پہلو سے جہاں تک یہ باتیں ہیں ان میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں ہے یہ عین سنت کے مطابق ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا پاک اثر ہے کہ بہت دیر تک یہ فرقہ ان بدعات سے بچا رہا جو دیگر صوفی فرقوں میں جا پا گئیں لیکن بعد کے زمانے کے مولویوں نے اس فرقے کی طرف اوران کے فلسفے کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کر دیں کہ اس سے یہ فرقہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ توحید سے شروع ہو کر شرک پر جا پہنچا اور اس پاک اور شفاف پانی کو بھی گندے پانی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کی مثالیں میں آخر پر آپ کے سامنے رکھوں گا۔

سہروردیہ فرقہ بھی صوفیاء کے ان چار اہم بنیادی فرقوں میں سے ایک ہے۔ ان کے ہاں ذکر ہی چلتا ہے لیکن ایک خاص طریق انہوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ سانس بند کر کے ہو کا ورد کرتے ہیں۔ یعنی لا الــہ الا اللّٰہ اور وہاں تک دم روک لیا اور جب پورے زور کے ساتھ سانس نکلتا ہے ہو کی آواز اٹھتی ہے تو یہ پھر ہو کے ذریعے گویا خدا تعالیٰ کی ذات واحد پر زور دیتے ہیں۔ اس طرح ہو کا رواج دینے میں غالباً ہندوستان کے سادہ لوح لوگوں کے لئے ایک خاص کشش ہوگی کیونکہ اکٹھی ہو کی آواز جب ایک جماعت سے نکلے تو لازماً اثر تو ہوتا ہے مگر یہ فرقہ یہیں تک محدود ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی باقی صفات پر غور کرنا۔ ان سے استفادہ کرنا، ان کو اپنے دل پر نقش کرنا یہ ساری باتیں تو ایک طرف رہ گئیں بس ہو ہی ہو باقی رہ گیا۔ قادیان میں مجھے یاد ہے وہ دوست غالباً اسی فرقے کے تھے جن کو ہم ’’بابا ہی‘‘ کہا کرتے تھے ہو کی بجائے ان کی آواز ’’ہی‘‘ نکلا کرتی تھی اور بعض لوگ کہتے تھے کہ اصل میں چھینک آتی تھی تو اس کی وجہ سے ’’ہی‘‘ نکلتی تھی مگر بعض سمجھتے تھے کہ نہیں یہ ’’ہو‘‘ ہی ہے۔ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر ’’ہو‘‘ والی آواز میں نے سنی ہوئی ہے جب یہ رکا ہوا دم ایک دم چھٹتا ہے تو بڑے زور سے ’’ہو‘‘ کی آواز اٹھتی ہے لیکن اس فرقے میں ویسے عام طور پر کوئی بدرسمیں داخل نہیں ہوئیں۔ سماع سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ نغموں وغیرہ کے ذریعے ذکر کو پسند نہیں کرتے اور تلاوت قرآن کریم پر زور دیتے ہیں جو ایک بہت اچھی بات ہے۔

اب میں بعض دوسرے غیر صوفی فرقوں کی مثال دیتا ہوں۔ ان میں آغا خانی کا طریق ذکر

خاص اہمیت کا حامل ہے اور اس کو سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ ذکر عملاً اسلام کی تعلیم سے بہت زیادہ دور جا چکا ہے اور واضح طور پر شرک میں تبدیل ہو گیا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ علماء کے نزدیک یہ سارے کے سارے ابھی تک بہتر (۷۲) فرقے کی تھیلی میں داخل ہیں۔ ان کے اسلام پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس حد تک نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں قانون پاس اور ان کو دھکے دے کر باہر نکالا جائے۔ یہ ساری باتیں ابھی تک اسلام میں قابل قبول ہیں۔ اسماعیلی فرقہ کے پیشوا اور موجودہ امام ظاہر پرنس آغا کے دادا His highnes سر آغا سلطان محمد شاہ نے بذریعہ خط اپنے مریدوں کو تعلیم دی اور وہ تعلیم اس نصیحت سے شروع ہوتی ہے کہ نماز پڑھو (اور رفتہ رفتہ اس نماز کا انداز بھی سکھایا جاتا ہے اور نماز میں کیا پڑھنا ہے؟ یہ بھی بتایا جاتا ہے) وہ فرماتے ہیں ’’نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو۔ خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے‘‘ خدا سے کیا مراد ہے؟ ’’خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے۔ یا شاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔‘‘ یعنی اگر کسی کو یہ وہم ہو کہ یہاں اللہ ہی مراد ہے کہ اللہ کا بھی ایک نام علی ہے۔ تو یہ وہم ہے۔ یہ خود بخود اس کو مٹا دیتا ہے، باطل کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ’’شاہ علی‘‘ مراد ہے اور وہ جس کو اس کا حق ملا ہے یعنی ولایت اور خلافت وغیرہ جو اس کا حق تھا وہ اس کو دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں ’’خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے یا شاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے ہمارے آقا سلطان محمد شاہ! یہ کہہ کر اس کے بعد سجدہ کرو‘‘ نیز یہ دعا لکھی ہے کہ ’’اڑتالیسواں امام دسواں بے عیب اوتار ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ یہ کہو اور اس کے بعد سجدہ کرو۔‘‘

ایک ذکری فرقہ بھی ہے جس کا بہت تذکرہ آج کل پاکستان میں ہو رہا ہے اور علماء زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح ذکری فرقے کو بھی اسلام کے دائرے سے خارج قرار دیا جائے۔

یہ لوگ کیا ہیں اور ان میں کون سی بنیادی خرابی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس فرقے کا طریق یہ ہے کہ دن میں تقریباً دو ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصّل پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے ذکر کے کلمات حسبی ربی جل اللہ . اللہ ھو. اللہ ھو ہیں (از درازی صفحہ ۱۱ عباسی لیتھو آرٹ پریس فیرروڈ کراچی سے طبع ہوا ہے)۔ اسی طریقے کے کئی اور ذکر ہیں جن کے ذریعہ یہ دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ذکری کون ہیں؟

ان کے مطابق مہدی نے دنیا میں آ کر نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر تمام ارکان اسلام کو منسوخ کیا۔ نماز کی جگہ صرف ذکر کا حکم دیا۔ عبادت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ یہ شریعت سے وہ بنیادی انحراف ہے جس کی بنا پر ان پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی مہم چل پڑی ہے۔ لیکن یہ مہم حقیقت میں ایک ایسے تعلق میں چلی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حبّ علی میں نہیں بلکہ بغضِ معاویہ میں چلی ہے۔ یہ سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ کچھ عرصہ پہلے ذکری علاقے سے منتخب ہونے والے ایک ممبر اسمبلی نے کھل کر جماعت احمدیہ کی تائید کی اور اعلان کیا اور اپنی پریس کانفرس میں یہ کہا کہ بالکل ظلم ہوا ہے اور زیادتی ہو رہی ہے اور احمدیوں کو اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں تھا۔ اس پر علماء ان کے پیچھے پڑے اور چونکہ ان کا ووٹ ذکری علاقے سے تھا یعنی سیاسی ووٹ ان کو ذکری علاقے سے ملتا تھا اس لئے ان کے خلاف مہم چلاتے ہوئے انہوں نے ذکری فرقے کی صف لپیٹنے کی کوشش کی ہے۔ وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر جو اللہ کو پیارے نہیں ہوئے یہ ابھی تک ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور عملاً ان کو بغضِ معاویہ کی وجہ سے ذکریوں سے بَیر ہے یعنی جماعت احمدیہ کی دشمنی میں ذکریوں سے بَیر ہے۔ ورنہ ان کے ہاں ایسے فرقے ہیں جہاں حیرت انگیز طور پر مشرکانہ عقیدے پائے جاتے ہیں اور بھی بہت سے صوفی فرقے ہیں جنہوں نے نماز کو غیر ضروری قرار دے دیا ہے ان کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں ہے لیکن ایک بات ہے کہ ذکریوں نے جہاں نماز کو غیر ضروری قرار دیا وہاں پنجگانہ ذکر کو ضروری قرار دیا ہے معلوم ہوتا ہے نماز کی شکل انہوں نے بدلی ہے۔ کلیۃً قرآن سے انحراف نہیں ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ”ہر ایک ذکری فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان اس پر پانچ وقت ذکر کرنا فرض ہے۔ جو بھی ذکر نہ کرے وہ اپنے فرض سے غافل ہے۔“ ذکر کثیر کرنے والوں کو ذکری فرقے میں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذکر دو طریقوں سے کیا جاتا ہے ایک جلی اور ایک خفی۔ ذکر جلی با جماعت ہوتا ہے اور ذکر خفی اکیلے اکیلے۔ تو ٹھوکر انہوں نے یقیناً کھائی ہے لیکن اتنی نہیں جتنی بعض دوسرے فرقے کھا چکے ہیں اور ان سے موجودہ دور کے علماء کو کوئی عناد نہیں۔

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں۔ ایک فرقہ اصحاب الروحانیات بھی ہے۔ ان کو بھی کبھی اسلام سے خارج نہیں کیا گیا۔ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات کا صانع ایک مقدس وجود ہے اور اس کا قرب فرشتوں کی اطاعت کے واسطے سے بھی مل سکتا ہے کیونکہ فرشتے ہی ایسے وجود ہیں جو ہر قسم کی غلطی سے پاک

ہیں۔ پس وہ فرشتے ہمارے رب، اللہ وسید و شفیع ہیں جو ہمیں رب الارباب اور الہ الا لـہ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے ذکرِ الٰہی سے ملتا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک انبیاء کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے جیسے انسان ہیں ان کی بجائے ہمیں فرشتوں کی اطاعت کرنی چاہئے۔

(الملل والنحل للشہرستانی جلد دوم صفحہ ۹۵ تا ۹۹ برحاشیہ کتاب الفصل فی الملل و الاھواء والنحل)

اب ان فرقوں کی بات سنئے جو آج کل دوسروں پر فتوے لگانے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے یا اللہ کہتے ہوئے بغیر کشتی کے دجلہ پار کیا۔ یعنی صرف یا اللہ کہتے جاتے تھے اور دجلہ دریا انہوں نے بغیر کشتی کے پار کرلیا۔ ایک شخص نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی۔ کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید! یا جنید! کہتا چلا آ، جس طرح میں نے یا اللہ کہا ہے تو یا جنید کہتا چلا آ۔ وہ یہی کہتے ہوئے بے چارہ چل پڑا۔ دجلہ پار کر رہا تھا کہ یا اللہ کہنے لگ گیا۔ اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں فوراً غوطے کھانے لگا۔''

یہ اہل اسلام کا وہ فرقہ ہے جس کی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں سب سے زیادہ ہے اور یہ مسلمان ہے۔ کہتے ہیں دیکھو ان نے اللہ کہا، اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں وہ غوطہ کھانے لگا۔ حضرت جنید نے فرمایا۔ ارے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک کیسے رسائی ہوگئی۔

''ڈوبتے ہوئے کو آواز دی پاگل کہیں کے ابھی جنید تک تو تو پہنچا نہیں ہے اللہ تک کیسے پہنچ گیا۔ اسی کی سزا مل رہی ہے تجھے۔ یا اللہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی۔''

(ملفوظات مجدد مائۃ حاضر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی حصہ اوّل صفحہ ۱۱۷)

فقیر نور محمد سروری قادری نے ایک مجذوب فقیر کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کالو نام کا ان پڑھ جٹ۔ اس نے کسی بزرگ کے فرمان پر سورہ مزمل کا چالیس روز کا چلہ شروع کیا۔ اس مجذوب فقیر کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر اسے کلام کا شوق ہے تو یہ سورہ مزمل وغیرہ کا چلہ چھوڑے اس کی جگہ یہ دعا پڑھے۔ وہ چلّہ یہ تھا۔ ''لا الـہ مـن کـان ۔الا اللہ تـن کـان'' کوئی مطلب ہی نہیں۔ نہایت لغو اور بے ہودہ۔ ''الا اللہ تـن کـان'' اس شخص نے بیان کیا کہ میرے ہر رگ و ریشہ اور تمام بدن میں اس قدر غوغا اور شور اور جوش و خروش ہوا کہ گویا اس ذکر کا ایک طوفان برپا ہے اور میرا وجود اس ذکر کی لذّت

سے معمور ہو گیا۔ (سورہ مزمل جہاں کچھ نہ کر سکی وہاں ”تن کان“ نے اس کے وجود میں اک زلزلہ برپا کر دیا) یہ کیفیت اس ذکر الٰہی کی ہے جو ان علماء اور بعض دوسرے لوگوں کی بدقسمتی سے اب مسلمانوں میں رواج پا رہا ہے۔

اب میں ذکر کے مثبت پہلو آپ کے سامنے پیش کرنا شروع کرتا ہوں۔ رسالہ الخورشید یہ میں لکھا ہے۔ **قیل ذکر الله باالقلب سیف المریدین**

دل کا جو ذکر ہے یہ دراصل مریدوں کی تلوار ہوتی ہے اور ہر غیر اللہ سے ہر بدی سے دل کا ذکر انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کر کے اس پر بہت عمدہ تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

کہ وہ شخص جس کو میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے منع کر دے یعنی مراد یہ ہے کہ ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ دست سوال دراز کرنے کا اس کے لئے موقع ہی نہ رہے۔ اللہ کی یاد اور محبت میں ایسا کھویا گیا ہے کہ وہ سوال کرنا ایک معمولی بات اور بے معنی بات سمجھتا ہے۔ اس حد تک اللہ کی یاد اس پر غالب آ جاتی ہے کہ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اس کو اس سے بہت زیادہ دیتا ہوں جتنا سوال کرنے والے کو دیتا ہوں۔

یعنی بعض لوگ جو مجسم ذکر الٰہی بن جاتے ہیں ان کے دل کی ہر دھڑکن، ان کی ہر خواہش دعا بن جایا کرتی ہے اور دعا اور ذکر میں یہ فرق ہے۔ اس فرق کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ذکر ہے محبوب کی یاد اور وہ خالصۃً محبت سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور سوال سے مراد یہ ہے کہ اپنے قریبی پر جس پر اعتماد ہو، جس پر انسان کو یہ بھروسہ ہو کہ ہاں میرا قریبی ہے اس کے پاس انسان مشکل کے وقت جائے اور کہے کہ اب میری ضرورت پوری کرو اور ایک شخص ایسا بھی ہے جو محبت میں ایسا غرق ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کو مانگنے سے عار کرتا ہے، عار رکھتا ہے یا سمجھتا ہے کہ محبت کے اعلیٰ آداب کے خلاف ہے کہ میں مانگوں۔ ایسی سوچ وقتی طور پر تو درست قرار دی جا سکتی ہے اور فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا تعلق ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔

صوفیانہ ٹوٹکے کے طور پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس نے عشق میں ترقی کر لی ہے کہ اب یہ

سوال کی حاجت نہیں رکھتا۔ تو ایسے شخص کو اگر آپ نے ہر سوال کرنے والے سے افضل قرار دیا تو تمام انبیاءؑ سے اس کو افضل ماننا پڑے گا کیونکہ قرآن کریم نے ہر نبی کے ذکر میں اس کی دعا لکھی ہوئی ہے۔ پس سب سے زیادہ دعا کرنے والے اور خدا سے طلب کرنے والے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تھے۔ اس لئے جب اس قسم کی حدیثیں زیر بحث آئیں تو ان کو ٹوٹکے نہیں بنانا چاہئے۔ ان سے ایسے نتیجے نہیں اخذ کرنے چاہئیں جو قرآن اور سنت انبیاءؑ کے خلاف ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جو ذکر الٰہی میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کیفیت سے نکل کر کچھ مانگنے کو دل نہیں چاہ رہا ہوتا اور یا دوسرے معنوں میں یہ کہنا چاہئے کہ وہ شخص جو ہر وقت ذکر الٰہی میں ڈوبا رہتا ہے خواہ وہ سوال کرے یا نہ کرے اللہ اس کا نگران بن جاتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہ حدیث دعا کرنے کے خلاف ہے۔ قرآن کریم دعا کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ دعا کے بغیر تو اللہ کی چوکھٹ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۸)

کہ ان سے کہہ دے اللہ کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

پس دعا کے مضمون کے یہ حدیث مخالف نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ذکر الٰہی محبت کے نتیجے میں ان کی زندگی پر چھا جاتا ہے اور ایسی کیفیت میں اگر ان کو دعا کا وقت میسر نہ بھی آئے اور دعا کی طرف ان کی واضح توجہ نہ بھی پھرے تب بھی اللہ کے ہاں وہ محفوظ لوگ ہیں۔ اللہ خود ان کی نگرانی کرتا ہے خود ان کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ اسی حدیث کے اسی مضمون کے متعلق ایک اور حدیث بخاری کتاب الرقاق باب التواضع میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں یہاں دعا کے بغیر ہی خدا کے تعلق کی ایک دائمی کیفیت بیان ہو رہی ہے جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے وہ دوست بن جاتا ہے اور جب دوست ہو جائے تو ضروری تو نہیں ہوا کرتا کہ دوست مانگے تو دو اس کا تعلق رحمانیت سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عباد الرحمٰن کا جو مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہے یہ وہی ہے جو احادیث میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ رحمٰن خدا کے بندے بن جائیں وہ مانگیں تو ضرور ملتا ہے اور بھی ملتا ہے۔ لیکن نہ

مانگیں تب بھی ملتا ہے یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ رحمٰن کے بندے ہو کر رحیم سے اپنا تعلق کاٹ لیتے ہیں بلکہ رحمانیت کی صفت میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے اگر نہ بھی مانگیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتا ہے اور بعض دفعہ تو خود پتا ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے مانگنا کیا ہے۔ انسان کو چاروں طرف سے مختلف خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کو خطرات درپیش ہیں اس کو پتا ہی نہیں کہ کہاں سے، کس خطرے نے حملہ کرنا ہے، کہاں دشمن چھپا ہوا ہے، کل کی اسے خبر نہیں۔ وہ مانگے گا کیسے؟ تو ذکر الٰہی کے تعلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک راز، ایک بہت ہی قیمتی خزانہ عطا کر دیا کہ ضروری نہیں کہ تم مانگو تو تمہیں دیا جائے۔ تم اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہو، پھر تمہیں یہ بھی نہیں پتا ہوگا کہ کیا مانگنا ہے اور کب مانگنا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں دے رہا ہوگا۔

پس دعا سے ذکر کا مضمون افضل ہے یہ بات بہر حال قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے جہاں جہاں بھی قرآن کریم میں دعا کا ذکر ملتا ہے وہاں ہر جگہ مانگنے کے معنوں میں نہیں۔ وہاں پیار سے اللہ کے ذکر کے معنوں میں بھی دعا کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی تھی۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا یہاں جو مضمون ہے وہ عاشق کا مضمون بیان ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ آنکھ کھلتے ہی مانگنے لگ جاتے ہیں کہ اے اللہ میاں یہ بھی دے، وہ بھی دے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں آنکھیں کھلتی ہیں۔ کروٹیں بدلتے ہوئے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے پہلو آرام گاہوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اللہ کو پکارتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ دعا کا معنی صرف مانگنا نہیں پکارنا بھی ہے اور یہ اعلیٰ معنی ہے پس ذکر اور دعا یہاں ایک ہی جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں میرا بندہ جتنا میرا اقرب، اس چیز سے جو مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کر دی ہے، حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس میں ذکر کے تمام جھوٹے طریقوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں کسی سے محبت اس لئے نہیں کرتا کہ وہ میرا نام لیتا رہتا ہے میں سب سے زیادہ محبت اس شخص سے کرتا ہوں جو سب سے زیادہ میرے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ شریعت پر چلنے والا ہے۔ وہ شریعت جو میں نے محمد ﷺ کو عطا کی جو محمد ﷺ کی سنت بن گئی وہی سچا ذکر ہے اسی

میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ملیں گی۔خدا تعالیٰ کے قرب کے ذریعے حاصل ہوں گے۔پس جو چیز مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کر دی ہے جو وہ کرتا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے اور نوافل کے ذریعے سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔فرائض لازم ہیں اس کے بغیر قرب کا کوئی سوال ہی نہیں ہے نوافل اس قرب کو آگے بڑھانے والے بنتے ہیں۔فرماتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے یعنی میں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں پس اس کیفیت میں مانگنے کی نفی نہیں ہے فرمایا نہ بھی مانگے تب بھی میں اس سے یہ سلوک کرتا ہوں لیکن جب مانگتا ہے تو اور بھی زیادہ پیار سے اس کو دیتا ہوں اور زیادہ بڑھا کر دیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یادرہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اس کی پوشاک میں اور اس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اس کا آپ جواب دیتا ہے وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہو

جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اس کو دکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضا وقدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔ غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسنِ معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۲۵)

یہ ذکر جیسا کہ واضح ہے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر چل رہا ہے جب فرماتا ہے وہ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے تو معاً قرآن کریم کی اس آیت کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۸) اے محمدؐ! تو نے دشمن پر کنکریوں کی مٹھی نہیں پھینکی، جب تو نے پھینکی۔ وہ اللہ تھا جس نے پھینکی اور دوسری جگہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:۱۱) کہہ کر صحابہؓ پر جو ہاتھ تھا اسے اللہ کا ہاتھ قرار دے دیا۔

پس ذکر الٰہی وہی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اللہ سے سیکھا اور خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تابع اپنی ذات میں جاری کر کے دکھا دیا اسی ذکر کو پکڑیں اسی میں ساری کامیابی ہے وہی خدا سے دوستی بنانے کا ایک وسیلہ بنتا ہے اس کے سوا ساری ذکر کی باتیں محض افسانے اور کہانیاں ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔